TAMSAAL
ISSN Print: 3007-5939
ISSN Online: 3007-5947
Volume 4, Number 4, 2026, Pages 221 – 235
Journal Home Page
https://tamsaal.pk/index.php/tamsaal/index

The Literary and Scholarly Dimensions of Dr. Shafiq-ur-Rahman Ellahabadi's Writings: A Critical Study

ڈاکٹر شفیق الرحمٰن الہ آبادی کی تصنیفی جہات: ایک تنقیدی مطالعہ

Saima Mumtaz[1], Dr. Imtiaz Hussain Baloch[2], Liaquat Ali[3]

[1]*Scholar, Phd Iqbaliat, department of Iqbal studies, The Islamia University of Bahawlpur, Email: mumtazsaima492@gmail.com*
[2]*Head of Urdu Department, University of Southern Punjab, Multan, Email: imtiazhussain@usp.edu.pk*
[3]*Scholar PhD Urdu department of Urdu, University of Southern Punjab (USP) Multan, Pakistan, Email: ch63ali@gmail.com*

ARTICLE INFO

Article History:

Received:	*March*	*15, 2026*
Revised:	*April*	*08, 2026*
Accepted:	*April*	*17, 2026*
Available Online:	*April*	*23, 2026*

Keywords:

Shafiq-ur-Rahman Ellahabadi, Urdu Literary Criticism, Urdu Research, Contemporary Urdu Literature, Literary Personalities, Critical Studies, Literary Scholarship

Corresponding Author:
Dr. Imtiaz Hussain Baloch
Email:
imtiazhussain@usp.edu.pk

DOI: *https://doi.org/10.59075/tamsaal.v4i4.174*

ABSTRACT

This article presents a critical study of the literary and scholarly contributions of Dr. Shafiq-ur-Rahman Ellahabadi, a distinguished contemporary Urdu researcher and critic. The study examines his major works with reference to their thematic diversity, research methodology, and critical significance. His writings encompass literary criticism, biographical studies, regional literary history, and the interpretation of literary texts. The analysis reveals that Dr. Ellahabadi has made a valuable contribution to Urdu literature through his balanced critical approach, scholarly insight, and commitment to academic research. His works highlight the services of literary personalities and enrich contemporary Urdu criticism. The study concludes that his intellectual and literary contributions occupy a significant place in modern Urdu scholarship and offer new avenues for further research.

OPEN ACCESS

© 2026 The Authors, Published by ULLR. This is an Open Access Article under the Creative Common Attribution (CC-BY 4.0)

اردو ادب اپنی وسعت، تنوع اور فکری گہرائی کے باعث برصغیر کی ممتاز ادبی روایت کا امین ہے۔ اس روایت کی آبیاری میں ان اہلِ قلم کا کردار بنیادی حیثیت رکھتا ہے جنہوں نے تخلیق و تنقید اور تحقیق و تدوین کے میدان میں نمایاں خدمات انجام دی ہیں۔ عصرِ حاضر میں ڈاکٹر شفیق الرحمٰن الہ آبادی کا نام ایسے ہی ادیبوں اور محققین میں شمار ہوتا ہے جنہوں نے اپنی متنوع علمی و ادبی سرگرمیوں کے ذریعے اردو زبان و ادب کے سرمائے میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ڈاکٹر شفیق الرحمٰن الہ آبادی کی تصانیف مختلف موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان کی تحریروں میں ادبی تنقید، تحقیقی مضامین، کتابی تبصرے، شخصیات کے تعارف، شعری و نثری ادب کے مطالعات اور عصری ادبی مباحث نمایاں طور پر موجود ہیں۔ ان کی تصانیف میں ''آئینہ خیال''، ''شاعر علی شاعر کی تخلیقی جہتیں''، ''جاوید صدیق بھٹی کی ادبی مسافت''، ''گل زیب عباسی کی افسانوی جہتیں''، ''تلمیحاتِ راز''، ''یونانِ صغیر کا نقادِ کبیر: شبیر ناقد''، ''ڈاکٹر نجیب جمال: شخصیت اور فن''، اکیسویں صدی کا اقبال۔ڈاکٹر سید قاسم جلال''، تلمیحات قاصر'' اور ''شبیر ناقد کا جہان غزل'' شامل ہیں۔ اسی طرح ''انوارِ ادب'' اور ''ملتان میں اردو شعر و ادب'' ان کی اہم تالیفات ہیں۔ بچوں کے ادب میں بھی انہوں نے نمایاں خدمات انجام دی ہیں اور ان کی متعدد کہانیاں مختلف رسائل میں شائع ہو چکی ہیں، اگرچہ ابھی تک ان کا کوئی مستقل افسانوی مجموعہ منظرِ عام پر نہیں آیا۔ شفیق الرحمٰن الہ آبادی کی پہلی کتاب ''آئینہ خیال'' 2008ء میں شائع ہوئی۔ یہ کتاب دراصل تنقیدی اور تحقیقی مضامین کا مجموعہ ہے جس میں مختلف ادبی موضوعات کو علمی انداز میں زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اگرچہ کتاب حجم کے اعتبار سے مختصر ہے، تاہم اس کے مضامین اپنے تحقیقی معیار اور فکری وسعت کے باعث خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔کتاب کے مضامین کو موضوعاتی اعتبار سے چار بنیادی حصوں نظری مباحث، شخصی مضامین، کتابی جائزے اور معلوماتی مضامین میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یہ تقسیم نہ صرف کتاب کی تنظیم کو واضح کرتی ہے بلکہ مصنف کی متنوع علمی دلچسپیوں کا بھی اظہار کرتی ہے۔

کتاب کا سب سے اہم اور نمایاں مضمون ''میلسی کا ادبی منظرنامہ'' ہے۔ اس مضمون میں مصنف نے میلسی کی ادبی تاریخ، وہاں کے شعرا، ادبا، ادبی تنظیموں، رسائل و جرائد اور علمی مراکز کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔ اس مضمون کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مقامی ادبی روایت کو دستاویزی حیثیت دی گئی ہے۔مصنف نے نہ صرف مرحوم شعرا اور ادبا کا تعارف پیش کیا بلکہ معاصر ادبی شخصیات، صاحبِ کتاب شعرا اور نو آموز تخلیق کاروں کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس طرح یہ مضمون میلسی کی ادبی تاریخ کا ایک جامع ریکارڈ بن گیا ہے۔ اس میں ادبی اداروں، لائبریریوں اور علمی سرگرمیوں کا بھی تفصیلی احاطہ کیا گیا ہے جس سے علاقے کی ادبی فضا کا مکمل نقشہ سامنے آتا ہے۔ اس مضمون کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ مصنف نے مقامی ادبی شخصیات کو قومی ادبی منظرنامے سے جوڑنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی تحقیق سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ علاقائی ادب دراصل قومی ادب کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور اس کے بغیر ادبی تاریخ کا مکمل مطالعہ ممکن نہیں۔ ''افسانے کی ہیت'' کتاب کا دوسرا اہم مضمون ہے جس میں مصنف نے افسانے کی فنی ساخت اور بنیادی عناصر کا جائزہ لیا ہے۔ اس مضمون میں افسانے کی تعریف، ارتقا، خصوصیات اور فنی لوازمات پر گفتگو کی گئی ہے۔ مصنف کے نزدیک افسانہ جدید دور کی ایک ایسی ادبی صنف ہے جو محدود الفاظ میں گہرے انسانی تجربات اور جذبات کو مؤثر انداز میں پیش کرتی ہے۔ اس تناظر میں ایک اقتباس دیکھیے:

> "اردو افسانہ داستان کی ترقی یافتہ صورت ہے مگر اس کی ادبی اور فنی روایت پر انگریزی افسانے کا گہرا اثر ہے افسانہ جدید صنعتی اور مشینی دور کی پیداوار ہے ، آج کا انسان عدیم الفرصتی کا شکار ہے اس کے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ وہ ضخیم داستانوں اور ناولوں کا مطالعہ کر سکے اصطلاحی اعتبار سے مختصر افسانہ انگریزی اصطلاح (Short Story) کا اردو ترجمہ ہے۔ لفظ افسانہ بالعموم مختصر افسانے کے لیے ہی استعمال ہوتا ہے ... شاعری کی طرح افسانے کی بھی کوئی جامع تعریف نہیں کی جا سکتی "(۱)

انہوں نے افسانے کے اہم اجزا مثلاً وحدتِ تاثر، پلاٹ، کردار نگاری، مکالمہ، منظر نگاری، اسلوب اور مقصدیت کو نہایت سادہ مگر جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ یہ مضمون بالخصوص اردو ادب کے طلبہ اور نئے لکھنے والوں کے لیے مفید حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں نظری مباحث کو آسان اور قابلِ فہم انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ مصنف نے مختلف ناقدین کی آرا سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے موقف کو مضبوط بنیادوں پر استوار کیا ہے۔ کتاب میں شامل معلوماتی مضمون "اردو کے مقبول و معروف اشعار" اپنی نوعیت کا منفرد کام ہے۔ اس مضمون میں ایسے اشعار جمع کیے گئے ہیں جو عوامی سطح پر بے حد مقبول ہیں اور روزمرہ گفتگو میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔ مصنف نے ان اشعار کے اصل تخلیق کاروں کی نشاندہی کر کے ایک اہم تحقیقی خدمت انجام دی ہے۔ بعض اشعار عرصۂ دراز سے غلط شعرا کی طرف منسوب کیے جاتے رہے ہیں، لیکن مصنف نے تحقیق کے ذریعے ان کی درست نسبت واضح کی ہے۔ اس اعتبار سے یہ مضمون ادبی تحقیق کا عمدہ نمونہ قرار دیا جا سکتا ہے۔"ناصر کاظمی کی شاعری میں ہجرت کا کرب" یہ ایک شخصی اور موضوعاتی مطالعہ ہے جس میں ناصر کاظمی کی شاعری کے ایک اہم پہلو یعنی ہجرت کے احساس کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مصنف نے اس حقیقت کو اجاگر کیا ہے کہ تقسیمِ ہند کے بعد پیدا ہونے والی بے وطنی، تنہائی اور محرومی کے احساسات ناصر کاظمی کی شاعری کا بنیادی حوالہ بن گئے۔ مضمون میں متعدد شعری مثالوں کی مدد سے یہ واضح کیا گیا ہے کہ ہجرت محض جغرافیائی تبدیلی نہیں بلکہ تہذیبی، ثقافتی اور نفسیاتی سطح پر بھی گہرے اثرات مرتب کرتی ہے۔ مصنف نے ناصر کاظمی کے شعری سرمائے کا باریک بینی سے مطالعہ کرتے ہوئے ان کے ہاں موجود غم، یاد اور تنہائی کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کیا ہے۔"ڈاکٹر انوار احمد: ایک ہمہ جہت ادیب اور معلم" میں شفیق الرحمٰن الٰہ آبادی نے اپنے استاد ڈاکٹر انوار احمد کی علمی و ادبی خدمات کا جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر انوار احمد کی شخصیت، تدریسی خدمات، تحقیقی کاموں اور تخلیقی صلاحیتوں کو موضوعِ بحث بنایا ہے۔ مضمون میں یہ تاثر ابھرتا ہے کہ ڈاکٹر انوار احمد نے نہ صرف ادبی میدان میں اہم خدمات انجام دی ہیں بلکہ ایک معلم کی حیثیت سے بھی کئی نسلوں کی فکری تربیت میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ مضمون "ادبی بیٹھک اور ڈاکٹر سید شبیہ الحسن" ڈاکٹر سید شبیہ الحسن کی شخصیت اور ان کی کتاب "ادبی بیٹھک" کے مطالعے پر مشتمل ہے۔ مضمون سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر شبیہ الحسن نے تدریس، تحقیق، تنقید اور صحافت کے میدان میں قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ کتاب میں شامل مضمون "ساختیات: ایک تعارف" اس لیے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ ساختیات جدید تنقیدی نظریات میں ایک اہم مقام رکھتی ہے۔ شفیق الرحمٰن الٰہ آبادی نے اس پیچیدہ موضوع کو سادہ اور عام فہم انداز میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے ساختیات کے بنیادی اصولوں اور نظری مباحث کو واضح کرتے ہوئے اس کے ادبی اطلاقات پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کا آخری مضمون "دعا کی طرف لوٹتے ہیں: ایک مطالعہ" شاعر کاشف مجید کے شعری مجموعے "دعا کی طرف لوٹتے ہیں" کے تنقیدی مطالعے پر مشتمل ہے۔ مصنف

نے اس مجموعے میں موجود علامتی نظام، شعری اسلوب اور فکری جہات کا جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے خاص طور پر خواب، آگ، دعا، چراغ، پانی اور پرندے جیسی علامتوں کی معنوی اہمیت کو واضح کیا ہے۔ اس تجزیے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کاشف مجید کی شاعری جدید شعری حسیت اور تخلیقی توانائی سے بھرپور ہے۔

"شاعر علی شاعر کی تخلیقی جہتیں" شفیق الرحمن الہ آبادی کی ایک اہم تحقیقی و تنقیدی تصنیف ہے جو مئی 2013ء میں ظفر اکیڈمی کراچی سے شائع ہوئی۔ 159 صفحات پر مشتمل اس کتاب میں شاعر علی شاعر کی حمد و نعت گوئی، غزل نگاری، ترونی، بچوں کے ادب، افسانہ، ناول، ناولٹ، صحافت، تحقیق و تدوین اور اشاعتی خدمات کا دس ابواب میں تجزیہ پیش کیا ہے۔ مصنف نے کتاب کے آغاز میں شاعر علی شاعر کی زندگی، ادبی سفر اور تخلیقی کارناموں کا تعارف پیش کرتے ہوئے انہیں کثیر الجہات ادیب قرار دیا ہے۔ کتاب کے پہلے باب میں شاعر علی شاعر کی حمد، نعت، منقبت، سلام اور مناجات نگاری کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مصنف کے مطابق شاعر علی شاعر کی مذہبی شاعری اخلاص، عقیدت اور فنی پختگی کا عمدہ نمونہ ہے۔ ان کے حمدیہ اور نعتیہ مجموعے ان کی دینی وابستگی اور فکری گہرائی کے آئینہ دار ہیں۔ دوسرے باب میں ان کی غزل گوئی کا تنقیدی مطالعہ کیا گیا ہے۔ شفیق الرحمن الہ آبادی کے نزدیک شاعر علی شاعر کی غزلیں محبت، انسانی اقدار، معاشرتی شعور اور جمالیاتی احساسات کا حسین امتزاج پیش کرتی ہیں۔ ان کی شاعری میں روایت اور جدت دونوں کے عناصر نمایاں طور پر موجود ہیں۔ تیسرے باب میں شاعر علی شاعر کی ترونی نگاری پر بحث کی گئی ہے۔ مصنف انہیں اردو ترونی کے اولین صاحبِ کتاب شاعر قرار دیتے ہیں اور ان کی ترونیوں میں مذہبی، اخلاقی، فکری اور معاشرتی موضوعات کی نشاندہی کرتے ہیں۔ چوتھے باب میں بچوں کے ادب کے حوالے سے ان کی خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ شاعر علی شاعر نے نظموں، کہانیوں اور ناولوں کے ذریعے بچوں کی اخلاقی اور تعلیمی تربیت کو اپنا موضوع بنایا ہے۔ ان کی تحریروں میں اصلاحی اور تربیتی پہلو نمایاں ہیں۔ پانچویں اور چھٹے ابواب میں بالترتیب افسانہ نگاری اور ناول نگاری کا تنقیدی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ مصنف کے مطابق شاعر علی شاعر کے افسانوں اور ناولوں میں معاشرتی مسائل، انسانی رویے اور حقیقت نگاری مؤثر انداز میں سامنے آتی ہے۔ ان کی تخلیقات مقصدیت اور اصلاحی فکر کی حامل ہیں۔ ساتویں باب میں ان کے ناولٹ نگاری کے فن کا جائزہ لیا گیا ہے جبکہ آٹھویں باب میں صحافت، کالم نگاری، مضمون نویسی اور اداریہ نگاری کے میدان میں ان کی خدمات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ نویں باب میں شاعر علی شاعر کی تحقیقی، تنقیدی اور تدوینی سرگرمیوں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مصنف نے ان کی مرتبہ اور مؤلفہ کتب کا تعارف اور تنقیدی جائزہ پیش کرتے ہوئے ان کی علمی خدمات کو سراہا ہے۔ کتاب کے آخری باب میں "رنگ ادب پبلی کیشنز" اور سہ ماہی "عالمی رنگ ادب" کے حوالے سے شاعر علی شاعر کی اشاعتی خدمات کا ذکر کیا گیا ہے۔ مصنف کے مطابق انہوں نے ادبی فروغ اور معیاری کتابوں کی اشاعت میں قابلِ قدر کردار ادا کیا ہے۔ یہ تصنیف نہ صرف شاعر علی شاعر کے فن کو سمجھنے میں معاون ہے بلکہ عصر حاضر کی ادبی تنقید میں بھی ایک اہم اضافہ شمار کی جا سکتی ہے۔ اس کے متعلق ڈاکٹر اختر ہاشمی مذکورہ کتاب کے پس ورق فلیپ میں رقم طراز ہیں :

> "شفیق الرحمن الہ آبادی نے ایک غیر رسمی مقالہ معروف شاعر ، ادیب ، ناول نگار ، محقق ،نقاد ،صحافی، بچوں کا ادیب ، حمد و نعت گو، پبلشر،عالمی رنگِ ادب کے ایڈیٹر اور نہایت مخلص انسان جناب شاعر علی شاعر کی شعری

جہات پر لکھ لیا ہے اس مقالے کے مطالعے سے شاعر علی شاعر کی ادبی حیثیت ، فن و شخصیت، علمیت، قابلیت، لیاقت اور عالمی شہرت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے "(۲)

شفیق الرحمن الہٰ آبادی کی تصنیف "جاوید صدیق بھٹی کی ادبی مسافت "معروف ادیب، شاعر، کالم نگار اور محقق جاوید صدیق بھٹی کی شخصیت اور ادبی خدمات پر مبنی ایک اہم تحقیقی و تنقیدی کاوش ہے۔ یہ کتاب 2013ء میں مغل پبلشنگ ہاؤس، لاہور سے شائع ہوئی۔ مصنف نے اس کتاب کو اپنے محسن اور استاد پروفیسر ڈاکٹر سید شبیہ الحسن کی یاد کے نام معنون کیا ہے۔ کتاب میں پیش لفظ کے علاوہ خورشید بیگ میلسوی، ڈاکٹر غلام یاسین، ڈاکٹر اختر ہاشمی، ڈاکٹر عبداللہ طارق اور پروفیسر شاہدہ فیاض کے مضامین بھی شامل ہیں۔ مذکورہ کتاب چودہ ابواب پر مشتمل ہے جن میں جاوید صدیق بھٹی کی اردو اور پنجابی شاعری، نظم و نثر، کالم نگاری، مضمون نویسی، مقالہ نگاری، انٹرویو نگاری، تصانیف، ادبی خدمات اور بطور چیئرمین چنن رائٹرز فورم ان کی ادبی سرگرمیوں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کے پہلے باب کی ابتدا میں غزل کی تعریف، ارتقا اور ادبی روایت پر مختصر روشنی ڈالنے کے بعد جاوید صدیق بھٹی کی اردو غزل کے فکری اور فنی پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مصنف کے مطابق بھٹی صاحب محبت، انسان دوستی اور سماجی ہم آہنگی کے شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں فرقہ واریت، تعصب، طبقاتی تقسیم اور انسانی رویوں کی تلخیوں کے خلاف احتجاج بھی نمایاں ہے۔ انہوں نے محبت، ہمدردی اور انسانی اقدار کو اپنی شاعری کا بنیادی حوالہ بنایا ہے۔ مصنف نے جاوید صدیق بھٹی کے شعری مجموعوں "پانی پر تصویر" اور "سوکھا پھول اور میں" کا تعارف بھی پیش کیا ہے اور مختلف ناقدین کی آراء سے استدلال کرتے ہوئے ان کی غزل گوئی کے مقام و مرتبے کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کی غزل میں روایت اور جدت کا حسین امتزاج دکھائی دیتا ہے، جہاں عشق و محبت کے ساتھ ساتھ عصری مسائل بھی بھرپور انداز میں نمایاں ہوتے ہیں۔ دوسرے باب میں نظم کی تاریخ، ساخت اور مختلف اصناف پر مختصر گفتگو کے بعد بھٹی صاحب کی نظموں کے فکری اور فنی محاسن کا تجزیہ کیا گیا ہے۔ ان کی نظموں میں تنہائی، محرومی، محبت، زندگی، موت، فلسفۂ حیات اور سماجی شعور کے موضوعات نمایاں ہیں۔ "سوکھا پھول اور میں"، "بے بسی"، "مکافاتِ عمل"، "پتھر" اور "ریت ہوا تھا دریا" جیسی نظموں کے حوالے سے مصنف نے ان کی تخلیقی صلاحیتوں اور فکری گہرائی کو اجاگر کیا ہے۔ کتاب کے تیسرے اور چوتھے ابواب میں مصنف نے پنجابی شعری روایت کے پس منظر میں جاوید صدیق بھٹی کی پنجابی غزل اور پنجابی نظم میں مرقوم معاشرتی مسائل، غربت، ناانصافی، جہالت اور انسانی دکھ درد کو مؤثر انداز میں پیش کرنے کی سعی کی ہے۔ ان کی پنجابی شاعری میں مقامی ثقافت، عوامی احساسات اور اصلاحی رجحانات نمایاں نظر آتے ہیں۔ پانچویں باب میں جاوید صدیق بھٹی کے پنجابی کالموں کے اسلوب، موضوعات اور ادبی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ان کی کتاب "ڈھیک چپالیاں" کو پنجابی کالم نگاری میں ایک اہم اضافہ قرار دیا گیا ہے۔ ان کالموں میں ادبی شخصیات، سماجی رویوں اور ثقافتی مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ چھٹے باب میں جاوید صدیق بھٹی کی پنجابی مقالہ نگاری کے حوالے سے ان کی تحقیقی بصیرت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ مصنف نے ان کی کتاب "گواچے ہیرے" کا تجزیہ کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ جاوید صدیق بھٹی محض شاعر یا ادیب ہی نہیں بلکہ ایک سنجیدہ محقق اور نقاد بھی ہیں۔ ان کے تحقیقی مضامین مختلف ادبی شخصیات کے فکر و فن کو نئے زاویوں سے متعارف کراتے ہیں۔ ساتویں اور آٹھویں ابواب میں اردو کالم نگاری اور مضمون نگاری کا موضوع بنا کر مصنف نے ان کی تحریروں کے فکری تنوع، اسلوبیاتی خصوصیات اور سماجی شعور کو نمایاں کیا ہے۔ جاوید صدیق بھٹی نے ادبی شخصیات، قومی مسائل، معاشرتی رویوں اور عصری حالات پر مؤثر انداز میں قلم اٹھایا ہے۔ ان کے

مضامین علمی استناد، تحقیقی دیانت اور ادبی وقار کے حامل ہیں۔ نویں اور دسویں ابواب میں انٹرویو نگاری اور ان سے کیے گئے انٹرویوز کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مصنف کے مطابق جاوید صدیق بھٹی نے ادبی شخصیات کے انٹرویوز کے ذریعے ادب اور اہلِ ادب کے افکار کو محفوظ کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان کے سوالات میں سنجیدگی، توازن اور فکری گہرائی پائی جاتی ہے۔ جاوید صدیق بھٹی کی انٹرویو نگاری کے متعلق شفیق الرحمن الہٰ آبادی رقم طراز ہیں :

> "جاوید صدیق بھٹی کی انٹرویو نگاری کا ایک اختصاص یہ ہے کہ وہ دوران مکالمہ اعتدال اور توازن کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے وہ شعوری طور پر کوشش کرتے ہیں کہ کسی کی دل شکنی نہ ہو کیوں کہ وہ بنیادی طور پر خود محبت کے سفیر اور شاعر ہیں "(۳)

گیارہویں باب میں ان کی تمام شعری و نثری تصانیف کی موضوعاتی اہمیت اور ادبی حیثیت کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ بارہویں باب میں جاوید صدیق بھٹی کی ادبی پذیرائی اور ان پر لکھی گئی کتب، مضامین، خصوصی اشاعتوں اور اعزازات کا تفصیلی ذکر کیا گیا ہے۔ یہ باب ان کی ادبی مقبولیت اور علمی وقعت کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ تیرہویں باب میں ایک سو چھیاسٹھ ممتاز ادیبوں، شاعروں اور ناقدین کی آراء یکجا کی گئی ہیں جنہوں نے جاوید صدیق بھٹی کی ادبی خدمات کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ یہ آراء ان کے علمی اور ادبی مقام کی مؤثر گواہی فراہم کرتی ہیں۔ کتاب کے آخری باب میں جاوید صدیق بھٹی کی بطور چیئرمین "چنن رائٹرز فورم" خدمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مصنف کے نزدیک یہ فورم ادب کی ترویج، ادیبوں کی حوصلہ افزائی اور مثبت ادبی سرگرمیوں کے فروغ میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ مجموعی طور پر یہ کتاب جاوید صدیق بھٹی کی ہمہ جہت ادبی شخصیت اور خدمات کا جامع تعارف پیش کرتی ہے۔ شفیق الرحمن الہٰ آبادی نے تحقیقی دیانت، تنقیدی بصیرت اور متوازن اسلوب کے ساتھ جاوید صدیق بھٹی کے فکر و فن کا جائزہ لیا ہے۔ کتاب سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ مصنف اور موضوعِ کتاب دونوں ادب دوستی، مثبت تنقیدی شعور، وسیع النظری اور تخلیقی خلوص جیسی مشترکہ خصوصیات کے حامل ہیں۔ مزید برآں دونوں شخصیات نے زندہ ادبی شخصیات کے کام کو نمایاں کرنے، نوآموز ادیبوں کی حوصلہ افزائی کرنے اور ادب میں نئے امکانات کی نشاندہی کرنے میں قابلِ قدر کردار ادا کیا ہے۔

"گل زیب عباسی کی افسانوی جہتیں" پروفیسر شفیق الرحمن الہٰ آبادی کی ایک اہم تحقیقی و تنقیدی تصنیف ہے جو 2019ء میں مکتبہ فجر لاہور سے شائع ہوئی۔ یہ مصنف کی چوتھی تحقیقی کاوش ہے جسے عصر حاضر کے ممتاز افسانہ نگاروں ڈاکٹر انوار احمد، حامد سراج اور جمیل احمد عدیل کے نام منسوب کیا گیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں گل زیب عباسی کا اظہارِ تشکر شامل ہے، جبکہ معروف شاعر خورشید بیگ میلسوی نے دیباچہ تحریر کیا ہے۔ جس میں انہوں نے شفیق الرحمن الہٰ آبادی کی تنقیدی بصیرت، تحقیقی خدمات اور کتاب کی ادبی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے گل زیب عباسی کی افسانہ نگاری اور مصنف کی تنقیدی صلاحیتوں کا جائزہ پیش کیا ہے۔ اس تناظر میں ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

> "پروفیسر شفیق الرحمن الہٰ آبادی نے گل زیب عباسی کے افسانوں کا فنی و فکری جائزہ اس انداز سے پیش کیا ہے کہ افسانے کی ہیت اور اس کی جملہ خوبیاں منفرد انداز سے قاری کے سامنے آجاتی ہیں جس سے محسوس ہوتا ہے کہ وہ افسانے کے تمام علمی و فنی رموز سے واقفیت رکھتے ہیں۔ گل زیب عباسی پر ان کے تنقیدی و تحقیقی مقالات اس بات کے عکاس ہیں کہ ان کی تنقید تخلیق کو حسن مشاطگی عطا

کرتی ہے ۔میں انہیں محسن نقاد کہوں گا اس کی بنیادی وجہ ان کی تنقید میں
مثبت اندازِ فکر ہے۔"(۴)

کتاب کو دس ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔پہلا باب گل زیب عباسی کے خاندانی پس منظر اور حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ مصنف نے اس باب میں ادب کی سماجی اہمیت اور انسانی زندگی سے اس کے تعلق پر گفتگو کرتے ہوئے سوانح نگاری کے اصول بھی بیان کیے ہیں۔ بعد ازاں گل زیب عباسی کی خاندانی وابستگی، تعلیم، پیشہ ورانہ زندگی، ادبی سرگرمیوں اور شخصی اوصاف کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ ان کے مطابق گل زیب عباسی ایک وسیع المطالعہ، خوددار، بااخلاق اور نفاست پسند شخصیت کے مالک ہیں۔ باب کے دوسرے حصے میں ان کی مطبوعہ و غیر مطبوعہ تصانیف، تحقیقی کام، گائے گئے کلام اور ادبی خدمات کا اجمالی تعارف شامل کیا گیا ہے۔دوسرے باب میں اردو افسانے اور بالخصوص گل زیب عباسی کے افسانوں میں "شعور کی رو" تکنیک کے استعمال پر روشنی ڈالی ہے۔ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ گل زیب عباسی نے اپنے افسانوں میں انسانی شعور، لاشعور اور باطنی کشمکش کو مؤثر انداز میں پیش کیا ہے۔ افسانوں کے اقتباسات اور ناقدین کی آرا کی روشنی میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ ان کے ہاں داخلی خود کلامی اور ذہنی انتشار کو فنی مہارت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں خیر و شر کے تصورات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مصنف کے مطابق انسانی زندگی ازل سے متضاد قوتوں کے تصادم کا میدان رہی ہے اور یہی کشمکش ادب کا بھی اہم موضوع ہے۔ گل زیب عباسی کے متعدد افسانوں کے تجزیے کر کے مصنف نے یہ واضح کیا ہے کہ ان کے انسانی کرداروں کے اندر موجود مثبت اور منفی رجحانات موجود ہیں۔ مصنف نے خیر و شر کے فلسفے کو مذہبی، اخلاقی اور سماجی زاویوں سے سمجھنے کی کوشش کی ہے اور افسانوں میں موجود اصلاحی پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔چوتھا باب "گل زیب عباسی: افسانہ نویس یا حقیقت نگار" کے عنوان سے لکھا گیا ہے۔ اس میں مصنف نے حقیقت نگاری کے نظری مباحث پیش کرنے کے بعد گل زیب عباسی کے افسانوں کا تجزیہ کیا ہے۔ ان کے نزدیک گل زیب عباسی کے افسانے محض تخیلاتی کہانیاں نہیں بلکہ معاشرتی زندگی کے حقیقی مسائل اور تلخ حقائق کی عکاسی کرتے ہیں۔ طبقاتی ناہمواری، سیاسی استحصال، سماجی ناانصافی اور انسانی المیوں کی تصویر کشی ان کی حقیقت نگاری کا نمایاں پہلو ہے۔ نفسیاتی فضا کے حوالے سے مختص باب میں مصنف نے نفسیات اور ادب کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالی ہے۔ ان کے مطابق گل زیب عباسی کے افسانے انسانی ذہن کی پیچیدگیوں، داخلی اضطراب، محرومیوں اور معاشرتی دباؤ کی بھرپور عکاسی کرتے ہیں۔ افسانوں کے کردار نفسیاتی الجھنوں اور سماجی مسائل کے درمیان زندگی گزارتے دکھائی دیتے ہیں، جس سے افسانوں میں ایک مؤثر نفسیاتی فضا پیدا ہوتی ہے۔"گل زیب عباسی کے افسانوں میں مکالمہ نگاری " کے باب میں مصنف نے گل زیب عباسی کے افسانوں کے منتخب مکالموں کا جائزہ لیا ہے۔ان کے مطابق مکالمے نہ صرف کہانی کو آگے بڑھاتے ہیں بلکہ کرداروں کی نفسیات اور سماجی پس منظر کو بھی نمایاں کرتے ہیں۔ " گل زیب عباسی کے مکالمے فطری، رواں اور کرداروں کے مزاج سے ہم آہنگ ہیں، جس کے باعث ان کے افسانے حقیقت سے قریب محسوس ہوتے ہیں۔"گل زیب عباسی کے افسانوں میں منظر نگاری " سے متعلق باب میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ گل زیب عباسی اپنے افسانوں میں ماحول اور کرداروں کی تصویری تشکیل بڑی مہارت سے کرتے ہیں۔ ان کی منظر کشی قاری کے ذہن میں واضح تصویریں ابھار دیتی ہے۔ مصنف نے مختلف افسانوں کے اقتباسات کے ذریعے ان کی منظر نگاری کے فنی محاسن کو اجاگر کیا ہے۔"گل زیب عباسی کے افسانوں میں سماجی شعور" کے باب میں ادب اور معاشرے کے باہمی ربط پر گفتگو کی گئی ہے۔ مصنف کے مطابق گل زیب عباسی کے افسانے اپنے عہد کے سماجی مسائل، طبقاتی تضادات اور انسانی رویوں کی مؤثر عکاسی کرتے ہیں۔ ان کے افسانے نہ صرف معاشرتی حقیقتوں کو بے نقاب کرتے ہیں بلکہ اصلاحی شعور بھی پیدا کرتے ہیں۔ "گل زیب

عباسی کے افسانوں میں محاورات کے استعمال "پر مشتمل باب میں مصنف نے اردو زبان میں محاورے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے گل زیب عباسی کے افسانوں سے متعدد مثالیں پیش کی ہیں۔ ان کے مطابق محاورات زبان میں فصاحت، بلاغت اور معنوی گہرائی پیدا کرتے ہیں۔ گل زیب عباسی نے محاورات کو نہایت بر محل استعمال کرکے اپنے اسلوب کو مؤثر اور دلکش بنایا ہے۔کتاب کے آخری باب میں گل زیب عباسی کے دو اہم افسانوں "رسیلے پھول" اور "ووٹ" کا فکری و فنی تجزیہ پیش کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر "گل زیب عباسی کی افسانوی جہتیں" ایک جامع تحقیقی و تنقیدی تصنیف ہے جس میں گل زیب عباسی کے افسانوی فن کا مختلف زاویوں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ شفیق الرحمن الہٰ آبادی نے نہایت محنت، دیانت اور تنقیدی بصیرت کے ساتھ ان کی شخصیت اور فن کو موضوع بنایا ہے۔۔ شفیق الرحمن الہٰ آبادی کی علمی و تنقیدی کاوشوں میں "تلمیحاتِ راز" کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ یہ کتاب نومبر 2020ء میں رنگِ ادب پبلی کیشنز کراچی کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ مصنف نے اس تصنیف کو (راقمہ)فی میل رائٹرز فورم میلسی پاکستان کی صدر صائمہ ممتاز کے نام منسوب کیا ہے۔ کتاب کے آغاز میں شگفتہ خورشید کا تحریر کردہ پیش لفظ شامل ہے -کتاب کی ترتیب تین بنیادی ابواب پر مشتمل ہے جن میں رفیع الدین راز کی شاعری کا اجمالی تعارف، تلمیح کی روایت اور اہمیت، اور راز کی شاعری میں تلمیحاتی عناصر کا تفصیلی مطالعہ شامل ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر نجیب جمال کتاب کی اہمیت کے متعلق کتاب کے پس ورق فلیپ میں اپنے تاثرات کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں :

> "تلمیحات راز" اردو کے ایک پختہ کارا ور کہنہ مشق شاعر رفیع الدین راز کی تلمیحات پر لکھی گئی تصنیف ہے جسے جواں سال محقق اور نقاد شفیق الرحمن الہٰ آبادی نے نہایت استغراق کے ساتھ لکھا ہے ۔ انہوں نے رازؔ صاحب کی تلمیحات کو اس طرح موضوع بنایا ہے کہ رازؔ صاحب کی شخصیت اور شاعری کے تجزیے کے ساتھ ساتھ اردو، عربی اور فارسی شاعری میں تلمیح کی روایت بھی پیش نظر رکھی ہے ان کا اسلوب فطری ،سادہ اور رواں ہے " (۵)

اس تصنیف میں مصنف نے رفیع الدین رازؔ کے نو شعری مجموعوں کا گہرائی سے مطالعہ کرتے ہوئے ان میں موجود مختلف النوع تلمیحات کو جمع کیا ہے۔ ان تلمیحات کا تعلق مذہبی شخصیات، تاریخی واقعات، تہذیبی روایات، ادبی کرداروں، مشہور مقامات اور مختلف اقوام کے اعتقادات سے ہے۔ مصنف نے نہ صرف ان کی نشاندہی کی بلکہ ان کے پس منظر، معنوی جہات اور شعری افادیت کو بھی واضح کیا ہے۔کتاب کے دوسرے باب میں تلمیح کی ضرورت اور افادیت پر گفتگو کی ہے -۔ تلمیح کا استعمال اگرچہ نثر میں بھی ملتا ہے، ۔کتاب کے پہلے باب میں مصنف نے رفیع الدین رازؔ کی زندگی اور ادبی خدمات کا مختصر مگر جامع تعارف پیش کیا ہے۔ مصنف نے رازؔ کے مختلف شعری مجموعوں سے منتخب تلمیحات کا تفصیلی جائزہ پیش کیا ہے۔ "دیدۂ خوش خواب" میں حضرت ابراہیمؑ، کوہِ طور، منصور، سرمد، کعبہ، آزر اور ابو لہب جیسی تلمیحات زیر بحث لائی گئی ہیں۔ "بینائی" میں سقراط، سکندر، گنگا اور لیلیٰ کے حوالے ملتے ہیں، جبکہ "پیراہنِ فکر" میں تاج محل، سرمد، قابیل، منصور اور طائف جیسی علامتوں کا مطالعہ کیا گیا ہے۔اسی طرح "اتنی تمازت کس لیے" میں رام، لیتا، راون، غالبؔ، قیس اور محمود غزنوی جیسی شخصیات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ "اک کون و مکاں اور" میں آبِ بقا، آبِ کوثر، حضرت خضرؑ، حضرت نوحؑ، نمرود اور ارسطو کے حوالے زیر بحث آئے ہیں۔ دیگر شعری مجموعوں میں انجیل، سامری، حضرت عیسیٰؑ، ایاز و محمود، علامہ اقبال، حضرت یوسفؑ، جامِ جم، داغ دہلوی، جبرائیلؑ، شاہجہان، میرؔ اور

مشکِ ختن جیسی تلمیحات کی تشریح کی گئی ہے۔ مصنف کا طریقۂ کار یہ ہے کہ پہلے متعلقہ شعر نقل کرتے ہیں، پھر اس میں موجود تلمیح کی وضاحت، تاریخی پس منظر اور معنوی جہات بیان کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے متعدد مستند کتب، تاریخی حوالوں اور ناقدین کی آراء سے استفادہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کتاب محض تلمیحات کی فہرست نہیں بلکہ ایک تحقیقی دستاویز کی حیثیت اختیار کر جاتی۔ شفیق الرحمن الہٰ آبادی کی تحریر کی نمایاں خصوصیت اس کی سادگی، روانی اور معلوماتی انداز ہے۔ وہ جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں، اس کے لغوی مفہوم، اصطلاحی تعریف، تاریخی پس منظر، ارتقائی مراحل اور ادبی اہمیت کو مربوط انداز میں بیان کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر تلمیح ''ارم'' کی تشریح کرتے ہوئے انہوں نے شداد، قومِ عاد اور حضرت ہودؑ سے متعلق تاریخی و مذہبی روایات کو یکجا کر کے قاری کے سامنے ایک مکمل تصور پیش کیا ہے۔ کتاب کے اختتام پر مصنف نے بنیادی اور ثانوی ماخذات کی تفصیلی فہرست فراہم کی ہے، جو تحقیق کے طالب علموں کے لیے خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کے ساتھ مصنف کا مختصر تعارف بھی شامل کیا گیا ہے۔ مجموعی طور پر ''تلمیحاتِ راز'' ایک ایسی تحقیقی و تنقیدی تصنیف ہے جو رفیع الدین رازؔ کی شاعری میں پوشیدہ تہذیبی، تاریخی، مذہبی اور ادبی حوالوں کو منظم انداز میں سامنے لاتی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف رازؔ کی شعری عظمت کو اجاگر کرتی ہے بلکہ اردو ادب میں تلمیح کی روایت اور اس کی فنی افادیت کو سمجھنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔ شفیق الرحمن الہٰ آبادی کی چھٹی تنقیدی تصنیف ''یونانِ صغیر کا نقادِ کبیر: شبیر ناقد" فروری 2021ء میں اردو سخن پاکستان کے زیرِ اہتمام شائع ہوئی۔ یہ کتاب معروف نقاد، محقق اور ادیب شبیر ناقد کی علمی و ادبی خدمات کا جامع جائزہ پیش کرتی ہے۔ کتاب کا دیباچہ ابو البیان ظہور احمد فاتح نے ''سخن ہائے گفتنی'' کے عنوان سے تحریر کیا، ہے جبکہ افضل خان اور ناصر ملک کے تاثرات بطور فلیپ شامل کیے گئے ہیں۔ مصنف نے کتاب کو نو ابواب میں تقسیم کی اہے-کتاب کا پہلا باب شبیر ناقد کی حیات و شخصیت سے متعلق ہے۔ مصنف نے ان کے خاندانی پس منظر، تعلیمی سفر، عسکری خدمات اور ادبی سرگرمیوں کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ شبیر ناقد کا تعلق تونہ شریف کے نواحی علاقے ہیرو شرقی سے ہے۔ چونکہ تونہ شریف کو ''یونانِ صغیر'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے، اسی نسبت سے کتاب کا عنوان وضع کیا گیا۔ دوسرے باب میں اردو تحقیق و تنقید کی روایت کا تاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے شبیر ناقد کے تنقیدی کردار کو واضح کیا گیا ہے۔ مصنف نے تحقیق اور تنقید کے مفاہیم، ان کے باہمی تعلق اور ادبی اہمیت پر گفتگو کرتے ہوئے مختلف اہلِ علم کی آراء سے استدلال کیا ہے۔ تیسرے باب میں شبیر ناقد کی سترہ تنقیدی کتب کا تعارفی اور تجزیاتی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ کتاب کا چوتھا باب سب سے مفصل اور اہم ہے، جس میں شبیر ناقد کے شاعری پر لکھے گئے مضامین کا تفصیلی مطالعہ کیا گیا ہے۔ بالخصوص ''شاعراتِ ارضِ پاک'' کے تمام حصوں کا تنقیدی جائزہ پیش کیا ہے ۔پانچویں باب میں اجتماعی نوعیت کے تنقیدی مضامین کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مصنف کے مطابق شبیر ناقد کے مضامین میں ادب کی مختلف اصناف، رجحانات اور شخصیات کا تنقیدی مطالعہ ملتا ہے۔ ''نقدِ فن''، ''تنقیدات'' اور ''میزانِ تنقید'' جیسی کتابوں میں شامل مضامین ان کے وسیع مطالعے اور تنقیدی شعور کی عکاسی کرتے ہیں۔ شفیق الرحمن الہٰ آبادی نے ان مضامین کا جائزہ لیتے ہوئے شبیر ناقد کی علمی وسعت اور تنقیدی انداز کو نمایاں کیا ہے۔ چھٹے باب میں شبیر ناقد کی انفرادی تنقیدی تصانیف کا مطالعہ شامل ہے۔ اس حصے میں ''ظہور احمد فاتح کا کیفِ غزل''، ''منشورِ نظم''، ''سفر نامہ نگاری کے انتقادی امکانات'' اور ''تلمیحاتِ فضا اعظمی'' جیسی کتب پر گفتگو کی گئی ہے۔ مصنف نے یہ واضح کیا ہے کہ شبیر ناقد نہ صرف اجتماعی تنقید کے میدان میں فعال رہے بلکہ انفرادی موضوعات پر بھی گہرے تحقیقی و تنقیدی مطالعے پیش کیے۔ خصوصاً سفر نامہ نگاری اور تلمیحات کے حوالے سے ان کی تحقیقات اردو تنقید میں ایک قابلِ قدر اضافہ ہیں۔ ساتواں

باب شبیر ناقد کے تنقیدی اسلوب کے لسانی مطالعے سے متعلق ہے۔ اس باب میں زبان، اسلوب، طرزِ بیان اور لسانی ساخت کے حوالے سے ان کی تحریروں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ آٹھویں باب "محاکمہ" میں مصنف نے شبیر ناقد کی مجموعی ادبی خدمات کا خلاصہ پیش کیا ہے۔ مختلف ناقدین اور اہلِ قلم کی آراء کی روشنی میں یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ شبیر ناقد نے اردو تنقید کے میدان میں قابلِ ذکر خدمات انجام دی ہیں اور ان کی تصانیف علمی و ادبی حلقوں میں مستقل اہمیت کی حامل ہیں۔ کتاب کے آخری حصے میں حوالہ جاتی مواد، کتب، رسائل اور اخبارات کی مفصل فہرست شامل کی گئی ہے، جو مصنف کے تحقیقی مزاج اور علمی دیانت داری کی غماز ہے۔ مجموعی طور پر یہ تصنیف نہ صرف شبیر ناقد کی ادبی خدمات کا جامع جائزہ پیش کرتی ہے بلکہ اردو تنقید کی معاصر روایت کو سمجھنے میں بھی معاون ثابت ہوتی ہے۔ شفیق الرحمن الہٰ آبادی نے اس کتاب کے ذریعے شبیر ناقد کی تنقیدی شخصیت اور علمی مقام کو مؤثر انداز میں اجاگر کیا ہے، جس کے باعث یہ کتاب اردو تحقیق و تنقید کے سنجیدہ قارئین کے لیے ایک اہم ماخذ کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ شفیق الرحمن الہٰ آبادی کی تنقید نگاری کے متعلق ابو البیان ظہور احمد فاتح رقم طراز ہیں:

> "اس میں کوئی شک نہیں کہ قدرت نے شفیق الرحمن الہٰ آبادی کی ذہنی موزونیت شعبہ تحقیق و تنقید سے بہت زیادہ رکھی ہے اور ان کی باریک بین نگاہیں شعر و ادب کی تحقیق و جستجو میں کافی دور تک کام کرتی ہیں چنانچہ ان کی نگاہ انتخاب اس بار شبیر ناقد پر مرتکز ہوئی ۔ لہذا انہوں نے ناقد جی کے نثری ، تحقیقی اور تنقیدی سرمائے کو زیر نظر رکھتے ہوئے خاصی عرق ریزی سے کام لیا ہے ۔ ان کی یہ کاوش یقیناً میدانِ ادب میں باریاب رہے گی۔"(۶)

شفیق الرحمن الہٰ آبادی کی علمی و تنقیدی کاوش "ڈاکٹر نجیب جمال: شخصیت اور فن" 2021ء میں اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ یہ تصنیف پاکستان ادب کے معمار سلسلے کی ایک اہم کڑی ہے، جس کا مقصد قومی ادبی شخصیات کی خدمات کو تحقیق و تنقید کے تناظر میں قارئین تک پہنچانا ہے۔ کتاب کا پیش نامہ اکادمی ادبیات پاکستان کے اس وقت کے چیئرمین ڈاکٹر یوسف خشک نے تحریر کیا، جب کہ دیباچہ معروف شاعر خورشید بیگ میلسوی نے قلم بند کیا۔ مصنف نے پیش لفظ میں اپنی تحقیقی جہتوں اور موضوع کے انتخاب کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے۔ کتاب کو سات ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے، جن میں ڈاکٹر نجیب جمال کی زندگی، علمی خدمات، دیباچہ نگاری، غیر مدون مضامین، یگانہ شناسی، ناقدین کی آراء اور ماخذات کو جامع جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ ابتدائی باب میں ڈاکٹر نجیب جمال کی سوانحی تفصیلات، خاندانی پس منظر اور شخصی اوصاف کا احاطہ کرتے ہوئے ان کی فکری وسعت، اعتدال پسندی، مذہبی رواداری اور زبانِ اردو سے گہری وابستگی کو نمایاں کیا ہے۔ ان کی گفتگو میں علمی استدلال اور جمالیاتی حسن کا امتزاج پایا جاتا ہے، جبکہ شعر و ادب سے ان کی وابستگی ان کے طرزِ اظہار کو مزید مؤثر بناتی ہے۔۔ بقول شفیق الرحمن الہٰ آبادی :

> " ڈاکٹر نجیب جمال کی شخصیت میں کلاسیکیت اور جدت کا امتزاج پایا جاتا ہے ۔ وہ امن پسندی اور مذہبی روا داری کے قائل ہیں ۔ اس لیے ہر مسلک کا آدمی ان کا نیاز مند نظر آتا ہے ۔وہ اردو کے معلم اور پاکستانی ہونے کے ناطے اردو زبان سے بے حد محبت کرتے ہیں ۔ اردو کو قومی زبان ہونے کے باوجود سرکاری یا دفتری زبان کا درجہ

سے ملنے پر رنجیدہ رہتے ہیں ۔ ان کی گفتگو منطق ہونے کے ساتھ ساتھ جمالیاتی پہلو بھی لیے ہوئے ہے۔ وہ تحریر و تقریر کو اشعار کے بر محل استعمال سے موثر اور دلکش بنا دیتے ہیں ۔احمد فراز نے یہ شعر شاید ان جیسی شخصیت کے متعلق ہی کہا تھا :

؎ سنا ہے بولے تو باتوں سے پھول جھڑتے ہیں
یہ بات ہے تو چلو بات کر کے دیکھتے ہیں" (۷)

کتاب کا دوسرا باب ڈاکٹر نجیب جمال کی ادبی و تحقیقی خدمات کے لیے وقف ہے۔ اس حصے میں ان کی تصانیف کا تعارفی اور تنقیدی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ مصنف نے ہر کتاب کے موضوع، اسلوب اور ادبی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے متعلقہ ناقدین کی آراء اور اقتباسات بھی شامل کیے ہیں۔ ان کی تحقیقی اور تنقیدی تصانیف اردو ادب کے کلاسیکی اور جدید مباحث کو یکجا کرتی ہیں اور قاری کو ادب کے مختلف زاویوں سے آشنا کرتی ہیں۔ خصوصاً "امیر خسرو سے میر حسن تک" کے حوالے سے مصنف یہ مؤقف اختیار کرتے ہیں کہ اگرچہ یہ کتاب حجم کے اعتبار سے مختصر ہے، تاہم اپنے موضوعاتی تنوع اور فکری گہرائی کے باعث اردو تنقید میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے۔ اس میں اردو کے کلاسیکی شعرا کے فن اور افکار کو نہایت جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ تیسرے باب میں ڈاکٹر نجیب جمال کی دیباچہ نگاری کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مصنف نے دیباچے کی ادبی اہمیت اور اس کی روایت پر گفتگو کرتے ہوئے ڈاکٹر نجیب جمال کے تحریر کردہ مختلف دیباچوں کا جائزہ لیا ہے۔ مصنف کے نزدیک اڈاکٹر نجیب جمال کے دیباچوں کی نمایاں خصوصیت اختصار، جامعیت اور علمی استناد ہے۔ وہ موضوع کے بنیادی نکات کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ قاری کتاب کے مزاج اور فکری جہات سے پیشگی آگاہ ہو جاتا ہے۔ چوتھے باب میں ڈاکٹر نجیب جمال کے ان مضامین کا مطالعہ پیش کیا گیا ہے جو مختلف رسائل، جرائد اور کتابوں میں شائع ہوئے لیکن ابھی تک کسی مستقل مجموعے کی صورت میں مرتب نہیں ہو سکے۔ مصنف نے ان مضامین کے فکری اور تنقیدی پہلوؤں کا جائزہ لیتے ہوئے ان کی علمی افادیت کو اجاگر کیا ہے۔ پانچواں باب ڈاکٹر نجیب جمال کی یگانہ شناسی سے متعلق ہے۔ اس حصے میں مصنف نے یاس یگانہ چنگیزی پر ان کی تحقیقی خدمات کا تفصیلی جائزہ لیا ہے۔ ڈاکٹر نجیب جمال ان اولین محققین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے یگانہ کی شخصیت اور فن پر جامع تحقیق کی اور ان کی ادبی حیثیت کو نئے زاویوں سے متعارف کرایا۔ ان کی تحقیقات نے یگانہ کے متعلق کئی ایسے پہلو سامنے لائے جو قبل ازیں ادبی حلقوں میں کم زیر بحث آئے تھے۔ چھٹے باب میں مختلف ادبی شخصیات اور ناقدین کی آراء کو یکجا کیا گیا ہے۔ ان تاثرات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر نجیب جمال کو اردو ادب میں ایک معتبر محقق، سنجیدہ نقاد اور کلاسیکی روایت کے گہرے شناسا کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے۔ ان کے تحقیقی کاموں میں ادبی، تہذیبی اور لسانی شعور کی جھلک نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ کتاب کا آخری باب ماخذات پر مشتمل ہے، جس میں مصنف نے اپنی تحقیق کے دوران استعمال ہونے والی کتابوں، مقالات، رسائل اور اخبارات کی فہرست فراہم کی ہے۔ یہ حصہ نہ صرف تحقیق کی علمی بنیادوں کو مستحکم بناتا ہے بلکہ آئندہ محققین کے لیے بھی مفید رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ مجموعی طور پر یہ تصنیف ڈاکٹر نجیب جمال کی شخصیت، علمی خدمات اور تحقیقی و تنقیدی کارناموں کا ایک جامع تعارف پیش کرتی ہے۔ شفیق الرحمن الہٰ آبادی نے نہایت محنت، دیانت اور تنقیدی بصیرت کے ساتھ ڈاکٹر نجیب جمال کے فکری و ادبی مقام کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے۔

پروفیسر شفیق الرحمن الہ آبادی صاحب کی کتاب " تلمیحات قاصر" فروری 2025ء میں رنگ ادب پبلی کیشنز کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ مذکورہ کتاب میں تلمیحات کو پانچ ذیلی عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے جن میں مذہبی، تاریخی، مکانی، لوک داستانوی اور ادبی تلمیحات شامل ہیں۔ پروفیسر شفیق الرحمٰن الہ آبادی صاحب نے کلام قاصر کا اچھی طرح مطالعہ کرنے کے بعد ان تلمیحات کی ٹوہ لگائی ہے جن کو مختلف اقسام میں تقسیم کرنے کے بعد ان کا بھرپور تجزیہ کلام قاصر کی روشنی میں کیا ہے۔ یہ کتاب لکھنے کی ضرورت کیوں پیش آئی اس تناظر میں مصنف اپنے "پیش گفتار" میں لکھتے ہیں:

> "جب جناب شاعر علی شاعر کی وساطت سے "اک شعر ابھی رہتا ہے" (کلیات قاصر) کا مطالعہ کیا تو یہ جان کر خوش گوار حیرت ہوئی کہ قاصر کے کلام میں تلمیحات کا ایک جہان آباد ہے، مگر جب رنگ ادب کے غلام محمد قاصر نمبر کا مطالعہ کیا تو کھلا کہ کسی ناقد یا مضمون نگار نے قاصر کی تلمیحات کے حوالے سے کوئی ایک مضمون بھی تحریر نہیں کیا، اس کمی کو پورا کرنے کے لیے شاعر علی شاعر نے مجھے قاصر کے کلام میں موجود تلمیحات پر کتاب لکھنے کی ذمے داری سپرد کی، میں نے پوری کاوش کی ہے کہ اس ذمے داری کو احسن طریقے سے نبھا سکوں۔ اس ضمن میں، میں نے قاصر کی غزلوں، نظموں، قطعات، سلام اور مناقب میں موجود تلمیحات کو مختلف عنوانات، مذہبی تلمیحات، تاریخی، مکانی تلمیحات، لوک داستانوی اور ادبی تلمیحات کے تحت یکجا کیا ہے۔"(۸)

تلمیحات قاصر" میں مذہبی نوعیت کی تلمیحات شامل ہیں جن میں اسلامی و غیر اسلامی اشخاص، کتب اور متفرقات شامل ہیں۔ کلام قاصر میں اللہ کے بعد انبیائے کرام علیہم السلام، فرشتوں، صحابہ کرام، اہلِ بیت علیہم السلام اور ان کا خاندان، دین اسلام سے منسوب دیگر کرداروں اور آسمانی کتب کو بطور تلمیح استعمال کیا گیا ہے۔ ان تلمیحات کی مکمل تفصیل پروفیسر موصوف نے اپنے مذکورہ باب (مذہبی تلمیحات) میں رقم کر دی ہے۔ پیش نظر کتاب میں شامل مکانی تلمیحات کے ضمن میں وہ مقامات شامل ہیں جو عالمی شہرت کے حامل ہیں۔ ان مقامات کا تعلق برصغیر پاک وہند سے بھی ہے اور دنیا کے دیگر ممالک سے بھی۔ دنیا کی مشہور عمارات، دریاؤں، پہاڑوں اور شہروں کے علاوہ جنت، جہنم اور پرستان جیسے مقامات کو بھی تلمیح کے تناظر میں دیکھا گیا ہے۔ تاج محل اگر محبت کی نشانی ہے تو دجلہ و فرات متعدد اقوام کے حالات زندگی کے شاہد ہیں۔ مدینہ و نجف سے مسلمانوں کے تقدیسی جذبات جڑے ہیں تو کربلا، شام، فلسطین اور کشمیر مظلومیت کی زندہ تصویر ہیں۔ کوفہ ظلم کی علامت کے طور پر سامنے آتا ہے اور مصر سے متعدد انبیاء علیہم السلام بالخصوص حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ منسوب ہے۔ یہ وہ تمام مقامات ہیں جن سے تاریخی واقعات منسوب ہیں۔ علاوہ ازیں پاکستان کے متعدد شہروں کا بھی ذکر ملتا ہے۔ زیر نظر کتاب میں ان مقامات کا جغرافیائی تعارف بھی پیش کیا گیا ہے۔ زیر نظر کتاب میں شامل تاریخی تلمیحات اس لیے بھی قابلِ ذکر ہیں کہ ان کا تعلق تاریخ

سلاطین اور تاریخ پاکستان سے وابستہ اہم اشخاص سے ہے۔ طوالت کے اعتبار سے تاریخی تلمیحات کتاب کا سب سے مختصر باب ہے۔ اس میں محض تین شخصیات جمشید، قائد اعظم اور محمود غزنوی کو بطور تلمیح پیش کیا گیا ہے۔ پیش نظر کتاب کا باب لوک داستانوی تلمیحات میں یونانی، دیومالائی اور ایرانی رومانوی کرداروں "Narcissus"، شیریں فرہاد، سی اور قیس کے حالات زندگی اور وجہ شہرت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ دراصل قدیم روایات پر مبنی قصے، جن کا تعلق، مذہب، معاشرت، قومی روایات، تاریخ اور رسومات سے ہوتا ہے۔ دیومالائی یا اساطیری قصے کہلاتے ہیں جس کی مثال چشم نرگس کی تلمیح ہے، جو قاصر کے ہاں بخوبی نظر آتا ہے جبکہ لوک ادب اپنے مخصوص علاقے، ثقافت، تہذیب یا معاشرت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ لوک کہانی کسی خاص علاقے کی تہذیبی، اخلاقی اور معاشرتی روایات کی عکاسی کرتی ہے، کہیں تاریخ لوک کہانیوں کو مواد فراہم کرتی ہے تو کہیں لوک کہانیاں تاریخ بن جاتی ہیں۔ ان تلمیحات کا تعلق رومان سے ہے۔

زیر نظر کتاب کا آخری باب ادبی تلمیحات کے حوالے سے ہے۔ اس باب میں عالم ادبیات سے تعلق رکھنے والی نابغہ شخصیات اور ان کی خدمات کو تصیح کے آئینے میں دیکھا گیا ہے جن کو غلام محمد قاصر نے اپنے کلام میں خراج تحسین پیش کیا ہے اور ان کی ادبی خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ تخلیق کار اپنے عہد کا نمائندہ ہوتا ہے بعض اوقات مختلف علامتوں، اشاروں کنایوں اور تلمیحات کے در پردہ وہ اپنے عہد کے مذہبی، اخلاقی، سماجی، سیاسی، تہذیبی و دیگر پہلوؤں اور مسائل کی نشان دہی کرتا ہے۔ غلام محمد قاصر اپنے عہد کے نمائندہ شاعر ہیں۔ اُنہوں نے جہاں اہل بیت علیہم السلام سے محبت کا والہانہ اظہار کیا ہے وہاں مختلف تلمیحات کے در پردہ عہد حاضر کے رجحانات اور مسائل کے بھی پردے چاک کیے ہیں۔ جہاں اُنہوں نے مقدس مقامات کا ذکر کیا ہے وہاں اُنہوں نے ان سے جڑے واقعات کو بھی قاری کے اذہان میں تازہ کر دیا ہے۔ جہاں ان کی شاعری متنوع فکری جہات کی حامل ہے وہاں ان کے ہاں فنی اور اُسلوبیاتی خوبیاں بھی جلوہ گر ہیں۔ ان کی غزلیات اور نظموں میں تلمیحات کا ایک بیش بہا ذخیرہ موجود ہے جسے پروفیسر شفیق الرحمن صاحب نے نہ صرف تلاش کیا ہے بلکہ ان کی بھرپور توضیح بھی کر دی ہے۔ "شبیر ناقد کا جہان غزل" ڈاکٹر شفیق الرحمان الہ آبادی کی تازہ تصنیف ہے جو 2026ء میں اردو سخن لیہ کے زیر اہتمام شائع ہوئی۔ مذکورہ کتاب کو سات ابواب میں منقسم کر دیا گیا ہے۔ مصنف نے باب اول میں ادب کی تعریف و توضیح، اردو میں ادب کی روایت اور نظریات اور کو مختصر مگر جامع انداز میں بیان کرنے کے بعد شبیر ناقد کے تصور ادب پر بھرپور روشنی ڈالی ہے۔ ادب اور شبیر ناقد کے تصور ادب کے متعلق ڈاکٹر شفیق الرحمان الہ آبادی رقم طراز ہیں:

> "شاعری فنونِ لطیفہ کی ایک لطیف قسم ہے۔ یہ جذبات کا مؤثر، موزوں اور دل نشین اظہار ہے۔ جہاں تک ادب کا تعلق ہے، ادب کے دو نظریات بڑے معروف رہے ہیں۔ ایک ادب برائے ادب اور دوسرا ادب برائے زندگی۔ اول الذکر نظریے کے مطابق ادب، ادیب و شاعر کی شخصیت کا اظہار کرتا ہے اور اس کے انفرادی جذبات واحساسات کی ترجمانی کرتا ہے اور ادب کا بڑا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ قارئین کو جمالیاتی مسرت سے ہمکنار کرے۔ موخر الذکر ادب برائے زندگی کے نظریے کا حامل افراد کا

> کہنا ہے کہ ادب زندگی کے بارے میں ہماری آگہی میں اضافہ کرے اور وہ ہمیں اپنی ذات اور شخصیت کے علاوہ اپنے ماحول کو سمجھنے میں بھی معاونت کرے۔ شبیر ناقد نے اپنی غزلوں میں تصور شعر وادب کو مفصل بیان کیا ہے۔۔۔ شبیر ناقد چونکہ شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ نقاد بھی ہیں، اس لیے وہ شاعری اور اس سے متعلقہ لوازمات سے بخوبی آشنا ہیں۔ ان کے تصور شعر و ادب کو ان کے اشعار کی روشنی میں پیش کیا جاتا ہے۔"(۹)

مذکورہ کتاب کا باب دوم شبیر ناقد کے تصور زندگی کے حوالے سے ہے۔ زندگی قدرت کا حسین تحفہ ہے جو مختلف تجربوں، مشاہدوں اور جذبوں کا مجموعہ ہے۔ ایک ادب ہی ہے جو انسان کو مثالی زندگی گزارنے کے اصول سکھاتا ہے۔ زندگی کی بقا کے لیے معاشرہ، مذہب، زبان اور خاندان بھرپور معاونت کرتا ہے۔ زندگی خوشی و غم کا انتظار ہے۔ جہاں یہ رحمت خداوندی ہے، وہاں یہ وبالِ جان بھی ہے۔ اس کے کئی روپ اور کئی پہلو ہیں۔ زندگی کے مختلف پہلوؤں کو شاعرتہ درتہ جانے کی سعی کرتا ہے۔ زیر مطالعہ کتاب کا باب سوم شبیر ناقد کا تصور تقدیر" کے عنوان سے ہے جس میں فاضل مصنف نے تصور تقدیر کے پیچیدہ مسائل اور نظریات کو بخوبی بیان کیا ہے۔ تصور تقدیر، تصوف کی بنیادی موضوعات میں شامل ہے۔ شبیر ناقد جبر اور قدر دونوں نظریات کے حامی نظر آتے ہیں۔ درد و غم، انسان ہو یا حیوان، اس کی زندگی کا اہم حصہ رہا ہے۔ فرق فقط اتنا ہے کہ انسان اپنے جذبات کا اظہار کر دیتا ہے اور بے زبان جانور کی زبان کسی کو سمجھ نہیں آتی۔ درد و غم شاعری کا محبوب موضوع ہے۔

شبیر ناقد کی غزلیات میں بھی درد و غم کا عنصر غالب نظر آتا ہے۔ خواہ وہ زندگی کا غم ہو یا محبت کا محبوب کا ہو یا تقدیر کا، معاشرے کا ہو یا انسانیت کا کسی نہ کسی صورت میں ان کی شاعری میں درد و غم کے عناصر در آتے ہیں۔ شاعری دراصل سوز دروں اور غم والام سے توانائی حاصل کرتی ہے۔ شبیر ناقد کے ہاں غم جاناں بھی ہے اور غم دوراں بھی۔ زیر نظر کتاب کا باب چہارم" شبیر ناقد کے تصور درد و غم کے حوالے سے ہے جس میں مصنف نے شبیر ناقد کے تصور درد و غم پر مدلل بحث کی ہے اور بطور حوالہ شاعر کے اشعار درج کیے ہیں۔ محبت ایسا لطیف جذبہ ہے جو ہر انسان کے دل کو معطر کیے ہوئے ہے۔ کائنات کی ہر ایک شے محبت کی زندہ مثیل ہے۔ رب کائنات نے اس دنیا و کائنات کو محبت سے گوندھ کر تخلیق فرمایا ہے۔ خواہ وہ انسان ہوں یا حیوانات، جمادات ہوں یا نباتات، ہر ایک اپنے اپنے انداز میں محبت بانٹ رہا ہے اور محبت کا متمنی ہے۔ انسان اللہ تعالیٰ کی احسن التقویم ہے جو خدا کی اپنی مخلوق سے محبت کی مظہر ہے۔ شبیر ناقد کے ہاں محبت کی رنگا رنگی اور بوقلمونی نظر آتی ہیں۔ وہ دنیا میں محبت کو عام کرنے کے خواہاں ہیں۔ اس تناظر میں ان کا ایک شعر ملاحظہ فرمائیے۔

جہاں میں محبت کو تم عام کر دو
یہ پیغام سب کی خوشی کے لیے ہے

(آہنگ خاطر۔ص:167)

زیر نظر کتاب کا باب پنجم شبیر ناقد کے تصور محبت کے موضوع پر ہے جبکہ باب ششم" شبیر ناقد کا تصور وفا و مروت" میں مصنف نے وفا و مروت کی لغوی تفہیم کرنے کے ساتھ ساتھ شبیر ناقد کے تصور مروت پر روشنی ڈالی ہے اور اس تناظر میں شاعر کے متعدد اشعار بطور حوالہ درج کیے ہیں۔ وفا، مروت، رواداری اور اخلاق فاضلہ محبت کرنے والے کی

خوبیاں ہیں جن سے محبوب جلد متاثر ہو جاتا ہے۔ شاعر کے نزدیک مروت، خلوص، وفا، شرافت اور محبت اس کی شخصیت کی پہچان کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ شبیر ناقد کہتے ہیں۔

سلیقہ مروت کا سیکھا ہے جس نے
رہا ہے وہ دنیا میں مثل نگینہ

(صلیب شعور-ص:18

زیر نظر کتاب کے مطالعہ کے بعد یہ وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ ڈاکٹر شفیق الرحمن اللہ آبادی بہترین شارح ہونے کے ساتھ ساتھ بیدار معتز ناقد اور شبیر ناقد کے قتلزم غزل کے شناور بھی ہیں۔ انہوں نے انتہائی شستہ اور سلیس اسلوب میں شبیر ناقد کی غزلیات کے موضوعات کا اجمالی جائزہ پیش کیا ہے جس سے ہر سطح کا قاری بخوبی مستفید ہو سکتا ہے۔ڈاکٹر شفیق الرحمٰن الہ آبادی کی تصانیف کے تنقیدی مطالعے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ وہ عصرِ حاضر کے ان فعال اہلِ قلم میں شامل ہیں جنہوں نے اردو ادب کے ہر موضوع پہ قلم فرسائی کی ہے۔انہوں نے بالخصوص جید ادبی شخصیات اور ان کی ادبی خدمات وموضوعات کی ٹوہ لگا کر ان کا تجزیہ بھی پیش کیا ہے۔ان کی تصانیف علمی سنجیدگی، تحقیقی دیانت اور تنقیدی بصیرت کا عمدہ نمونہ ہیں۔انہوں نے ادب کے مختلف موضوعات پر قلم اٹھا کر نہ صرف ادبی شعور کو جِلا بخشی بلکہ نئی نسل کو مطالعہ، تحقیق اور تنقیدی فکر کی جانب بھی متوجہ کیا۔ان کی تحریروں میں موضوعاتی تنوع کے ساتھ ساتھ فکری توازن اور اعتدال بھی نمایاں ہے۔ ڈاکٹر شفیق الرحمٰن الہ آبادی کی تصنیفی کاوشیں اردو ادب کے علمی و تنقیدی ذخیرے کا اہم حصہ ہیں۔ ان کی خدمات مزید تحقیق و تجزیے کی متقاضی ہیں تاکہ ان کے فکری اور ادبی سرمایہ کو وسیع تر تناظر میں سمجھا جا سکے۔ بلاشبہ ان کی تصنیفی جہات اردو ادب میں ایک مثبت، تعمیری اور مؤثر ادبی روایت کی نمائندگی کرتی ہیں اور آنے والے محققین کے لیے رہنمائی کا سامان فراہم کرتی ہیں۔

حوالہ جات:

1. شفیق الرحمن الہٰ آبادی" ،" آئینہ خیال" ، مرزا پبلشرز، میلسی،۲۰۰۸ء، ص۶۶
2. اختر ہاشمی، پس ورق فلیپ، مشمولہ،"شاعر علی شاعر کی تخلیقی جہتیں"، ظفر اکیڈمی، کراچی،۲۰۱۳ء
3. شفیق الرحمن الہٰ آبادی،"جاوید صدیق بھٹی کی ادبی مسافت" معتل پبلیشنگ ہاؤس،لاہور،۲۰۱۳ء، ص۱۳۰
4. خورشید بیگ میلسوی،"دیباچہ" مشمولہ "گل زیب عباسی کی افسانوی جہتیں"، مکتبہ فجر، لاہور،۲۰۱۳ء، ص۱۱
5. نجیب جمال،ڈاکٹر، پس ورق فلیپ مشمولہ "تلمیحات راز"، رنگِ ادب پبلی کیشنز، کراچی ۲۰۲۰ء
6. ابو البیان ظہور احمد فاتح،"سخن ہائے گفتنی"مشمولہ،"یونان صغیر کا نقاد کبیر شبیر ناقد، اردو سخن پاکستان ،لیہ ،فروری ۲۰۲۱ء، ص۸
7. شفیق الرحمن الہٰ آبادی،"ڈاکٹر نجیب جمال، شخصیت اور فن" اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد،۲۰۲۱ء، ص۲۲
8. شفیق الرحمٰن،ڈاکٹر،"تلمیحات قاصر"، رنگ ادب پبلی کیشنز، کراچی،۲۰۲۵ء، ص۵
9. شفیق الرحمٰن،ڈاکٹر،"شبیر ناقد کا جہان غزل"، اردو سخن، لیہ،۲۰۲۶ء ص،۱۹۔۲۰